نظرات

ہندوستان کی تمام یونیورسٹیوں میں یہ شرف صرف علی گڑھ یونیورسٹی کو حاصل ہے کہ یہاں شروع سے دینیات کی فیکلٹی قائم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سرسید احمد خاںؒ نے جب کالج قائم کیا تھا تو وہ بجا طور پر یہ محسوس کرتے تھے کہ مسلمان قوم کا وجود ان کے مذہب کے بغیر ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے انھوں نے کہا تھا کہ اس کالج سے جو نوجوان تعلیم جدید سے آراستہ و پیراستہ ہو کر نکلیں گے ان کی یہ شان ہوگی کہ ان کے داہنے ہاتھ میں قرآن مجید ہوگا اور بائیں ہاتھ میں سائنس اور علوم جدیدہ ہوں گے۔ اسی تصور کے ماتحت جب حیدرآباد میں جامعہ عثمانیہ کا قیام ہوا تو اس میں شعبۂ دینیات قائم کیا گیا جس کے پہلے صدر مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ مقرر کئے گئے۔ مولانا کی صدارت میں اس شعبہ نے جو اہم علمی اور دینی خدمات انجام دیں ارباب علم پر پوشیدہ نہیں ہیں۔ سرسید کی بڑی تمنا تھی کہ ان کا شعبۂ دینیات بھی بڑے پیمانہ پر قائم ہو اور وہ اسلام کی اور مسلمانوں کی خاطر خواہ خدمات انجام دیں۔ چنانچہ انھوں نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے درخواست کی کہ وہ علی گڑھ آکر اس شعبہ کی سربراہی قبول فرمالیں۔ لیکن حضرت مولانا نے اپنی غیر معمولی مصروفیتوں کے باعث اس خدمت کے قبول کرنے سے معذرت ظاہر فرمائی اور اپنے بجائے اپنے داماد مولانا عبداللہ انصاری مرحوم کو علی گڑھ بھیج دیا۔ مولانا کے بعد سے ملک کی تقسیم تک علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اس شعبۂ دینیات

مولانا شاہ محمد سلیمان اشرفؒ اور مولانا ابوبکر شیثؒ جیسے افاضل روزگار اس شعبہ سے وابستہ رہے اور بلا شبہ ان حضرات نے اہم اور مفید خدمات انجام دیں۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان تمام باتوں کے باوجود فیکلٹی کی، یونیورسٹی کی دوسری فیکلیٹوں کی طرح کوئی خاص تعمیر و تشکیل نہیں کی گئی اور نہ اس کا نصاب فیکلٹی کے شایان شان بنایا گیا۔ اس زمانہ میں شعبۂ دینیات کا سربراہ، ناظم شعبۂ دینیات ہوتا تھا اور اس کا کام یونیورسٹی کے طلباء کو نماز روزہ کی تلقین اور وعظ و تذکیر کے ذریعہ ان میں دینی اور اسلامی جذبہ پیدا کرنا ہوتا تھا۔ چنانچہ اس زمانہ میں مسجد میں نماز کے اوقات میں طلبا کی حاضری کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا۔ یہ صورت حال ملک کی تقسیم تک قائم رہی۔

جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کا شعبۂ دینیات تقسیم کی نذر ہو گیا اور اس شعبہ کو توڑ کر اس کو بعض دوسرے مضامین کے ساتھ مدغم کر دیا گیا لیکن اللہ کا شکر ہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ارباب اقتدار و اختیار کے تدبر اور دور اندیشی کے باعث یونیورسٹی کا شعبۂ دینیات سیکولرزم کی زد سے محفوظ رہا اور نہ صرف یہ کہ محفوظ رہا بلکہ یونیورسٹی کے ارباب اختیار و اقتدار نے اس شعبہ کو ترقی دینے کا منصوبہ بنا لیا۔ اس پروگرام کے پیش نظر جب کرنل سید بشیر حسین زیدی جو نہایت فعال و متحرک اور بڑے مدبر اور دور اندیش وائس چانسلر تھے انھوں نے مجھ کو جب کہ میں کلکتہ مدرسہ عالیہ کا پرنسپل اور فرسٹ کلاس گورنمنٹ گزیٹیڈ آفیسر تھا مجھ سے خط کے ذریعہ درخواست کی کہ میں علی گڈھ آکر اس شعبہ کا انتظام سنبھالوں۔ چونکہ میرے دل میں بھی یہ جذبہ تھا کہ میں یونیورسٹی کی خدمت کروں اس لیے میں نے اس درخواست کو بخوشی قبول کر لیا۔ اگرچہ اس زمانہ کے مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ بی۔ سی۔ رائے نے دو تین مرتبہ مجھ کو اپنے یہاں

بلا کر اصرار کیا کہ میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کو نہ چھوڑوں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم جو اس زمانہ میں بہار کے گورنر تھے اور کلکتہ میں آئے ہوئے تھے ان کے ذریعہ مغربی بنگال کی گورنر مس نائیڈو نے بھی اصرار کیا کہ میں کلکتہ نہ چھوڑوں۔ چونکہ ان کو اندیشہ تھا کہ میرے کلکتہ چھوڑنے سے مدرسہ عالیہ کلکتہ کو نقصان پہونچ جائے گا لیکن چونکہ میں کرنل بشیر حسین صاحب زیدی سے وعدہ کر چکا تھا اس لیے میں نے ڈاکٹر بی، سی، رائے اور ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب دونوں سے معذرت کی اور کلکتہ کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا جس کو گورنمنٹ نے بادل ناخواستہ محض میرے اصرار کی وجہ سے قبول کر لیا اور میں ۱۹۵۹ء میں علی گڑھ چلا آیا۔

جب میں نے علی گڑھ آکر شعبۂ دینیات کا چارج لیا تو اس وقت اس کی پوزیشن یہ تھی کہ شعبہ میں صرف دو لکچرر تھے اور زنانہ کالج میں ایک خاتون لکچرر تھیں۔ شعبہ کا دفتر مفتی محمد حفیظ اللہ مرحوم (ناظم دینیات) کے کمرہ میں تھا۔ دینیات کی تعلیم دو حصوں میں منقسم تھی ایک لازمی تعلیم جو ہر طالب علم کے لیے شروع سال میں ضروری تھی لیکن بی، ٹی، ایچ اور ایم، ٹی، ایچ کی دو کلاسیں لازمی نہیں تھیں۔ لازمی تعلیم کی کلاسوں میں تو بے شک طلبار کی کثرت ہوتی تھی لیکن بی ٹی ایچ کی کلاسوں میں طلبار اور طالبات کی تعداد برائے نام تھی اور ایم، ٹی، ایچ میں کوئی داخلہ اس وقت تک ہوا ہی نہ تھا۔ میں نے شروع شروع میں تو ایس ایس ہال دفتر کے لیے ایک کمرہ لیا اور اس میں کام شروع کیا لیکن دو تین سال کے بعد ہی وائس چانسلر پر زور ڈال کر ولایت منزل نام کی ایک نہایت وسیع اور شاندار کوٹھی دینیات کی فیکلٹی کے لیے حاصل کر لی جس میں آج کل یہ فیکلٹی قائم ہے۔ اس کے علاوہ میں نے لازمی تعلیم اور بی، ٹی، ایچ اور ایم، ٹی، ایچ کا نصاب بھی تبدیل کر کے اس کو یونیورسٹی کے شایان شان

بنایا۔ پھر اس شعبہ میں توسیع کے لیے استادوں کا اضافہ بھی کیا اور استادوں کے تقرر میں میں نے اس بات کا خیال رکھا کہ ہر استاذ قابل سے قابل ہو اور ساتھ ہی وہ علم و تحقیق کے شائق بھی ہوں۔ میری ان کوششوں کا اللہ کے فضل و کرم سے نتیجہ یہ ہوا کہ دینیات کی فیکلٹی یونیورسٹی کی دوسری فیکلٹیوں کی طرح باوقار اور وسیع فیکلٹی بن گئی اور طلبا ء اور طالبات نے بی ٹی ایچ اور ایم ٹی ایچ میں بھی داخلہ لینا شروع کیا اور ایم ٹی ایچ کرنے کے بعد پی ایچ ڈی میں بھی کئی داخلے ہوئے۔ چنانچہ اللہ کے فضل وکرم سے جن طلبا اور طالبات نے پی ایچ ڈی کی ڈگریاں اس فیکلٹی سے حاصل کی ہیں وہ دس بارہ ۱۲ سے کم نہیں ہوں گی۔ اس کے علاوہ میں نے نصاب میں عربی کی تعلیم بھی لازمی کردی اور مذاہب کے تقابلی مطالعہ کا ایک پرچہ بھی رکھا پھر فیکلٹی کی لائبریری کو اس درجہ ترقی دی کہ آج یہ لائبریری یونیورسٹی کی لائبریریوں میں ایک خاص مقام رکھتی۔

سنہ ۱۹۷۲ء میں میں یہاں سے سبکدوش ہوگیا۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ میں نے فیکلٹی کی جو روایات قائم کی تھیں میرے بعد بھی ان روایات کو برقرار رکھنے کی کوششیں جاری رہیں۔ یہاں تک کہ آج فیکلٹی کا یہ حال ہے کہ شعبہ سنی دینیات میں میرے عزیز شاگرد ڈاکٹر حافظ قاری سید محمد رضوان اللہ ازہری صدر شعبۂ دینیات بھی ہیں اور فیکلٹی کے ڈین بھی۔ مولانا تقی امینی اور اول الذکر یہ دونوں حضرات پروفیسر ہیں۔ ان کے علاوہ ۲ دو ریڈر اور آٹھ مستقل لکچرر اور ۲ دو پارٹ ٹائم لکچرر ہیں۔ سنی دینیات کے علاوہ شیعہ دینیات میں بھی ایک پروفیسر، تین ۳ ریڈر اور دو لکچرر ہیں۔ اس شعبہ میں بھی ریسرچ جاری ہے۔ مولانا مجتبیٰ حسن کا نپوری اس کے پہلے صدر تھے دوسرے پروفیسر اور ڈین مولانا سید علی نقی تھے۔ اس کے علاوہ مولانا سید کلب عابد اس کے پروفیسر اور فیکلٹی کے ڈین بھی رہے۔ آج کل مولانا سید کاظم نقوی شیعہ دینیات کے صدر ہیں۔

شعبہ سنی دینیات نے مزید ترقی یہ کی ہے کہ اس شعبہ کے ماتحت تجوید کا ایک مستقل شعبہ قائم ہوا جس کے فارغ التحصیل طلبار کو باقاعدہ سرٹیفیکیٹ دیا جاتا ہے اور ابھی حال میں اس شعبہ کے ماتحت حفظ قرآن کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ایک بڑا اہم اقدام یہ کیا گیا ہے کہ اب تک بی ٹی ایچ اور ایم ٹی ایچ میں داخلہ صرف ان ہی طلبار کے لیے مخصوص تھا جو یونیورسٹی کے گریجویٹ ہوں، لیکن مسلم یونیورسٹی کے موجودہ فاضل وائس چانسلر جناب سید حامد صاحب نے معادلہ کمیٹی اور صدر شعبہ سنی دینیات کی سفارش پر مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل طلبار کو جو بی اے کے درجہ کی انگریزی سے بھی واقف ہوں ان کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ براہ راست ایم ٹی ایچ میں داخلہ لے سکتے ہیں۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ بڑا اہم فیصلہ ہے کیونکہ اب مدارس عربیہ کے فضلار کو اس کا حق حاصل ہوگا کہ وہ براہ راست مسلم یونیورسٹی سے ایم، ٹی، ایچ کا امتحان پاس کرکے یہاں سے پی، ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کرسکیں گے۔

یہ ظاہر ہے کہ اس فیصلہ کے بعد شعبہ سنی دینیات کو اپنے ایم، ٹی، ایچ کے نصاب میں بہت کچھ توسیع کرکے ایسے مضامین کا اضافہ کرنا ہوگا جو عام طور پر مدارس عربیہ میں نہیں پڑھائے جاتے بکر موجودہ حالت ایم، ٹی، ایچ کا نصاب صرف ایک سال پر مشتمل ہے۔ ہماری رائے میں اس کو بھی تبدیل کرکے ایم، ٹی، ایچ کا نصاب دو سال کا بنانا چاہئے تاکہ مدارس عربیہ کے جو طلبار ایم، ٹی، ایچ میں داخلہ لیں وہ صرف ڈگری

.... حاصل کرنے کے لیے

نہ ہوں بلکہ اس سے ان کو درحقیقت علمی فائدہ بھی پہونچے۔ خدا کرے یہ اسکیم بہرہ وجوہ کامیاب ہو بلکہ اس سے فیکلٹی کی روایات اور زیادہ شاندار ہو جائیں۔

دعائے صحت

پچھلے مہینہ کے رسالہ برہان میں حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی ایڈیٹر رسالہ برہان دہلی کی علالت کی اطلاع دی گئی تھی لیکن اس کے بعد ان کی حالت اور تشویشناک ہوتی گئی۔ آج کل وہ علی گڑھ کے میڈیکل اسپتال میں داخل اسپتال میں داخل ہیں۔ موصوف یرقان (پیلیے کی بیماری) میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے بہت زیادہ متوقع ہوں کہ آپ بہت جلد صحت یاب ہو کر اپنی آرام گاہ پر تشریف لے آئیں گے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ (آمین) قارئین برہان اور اس ادارہ سے تعلق رکھنے والے حضرات سے میں دعائے صحت کی درخواست کرتا ہوں۔

عمید الرحمٰن عثمانی
پرنٹر و پبلشر و منیجر
رسالہ برہان دہلی